دہشت گردی کے انسدادی اور تحلیلی عوامل (سیرت طیبہ کی روشنی میں)

Preventive Factors of Terorisam in the Light of Islam

ڈاکٹر نعیم انور الازہری [i] ڈاکٹر شاہدہ تسنیم مغل[ii]

Abstract

Terrorism and Extremism are the major issues round the world. This has affected humanity more than the two most dangerous wars of recent past. It was initiated by the incident of 9/11 mainly millions of humans have been victimized by it. It has damaged mankind to such an extent that humans are ashamed of their existence. The supreme creature of Allah Almighty has fallen a prey to bloodshed terror and destruction of its own fellows. Suggesting the solution of this issue, it is the need of the how to declare the bloods of a Muslim, a Christian and a Jew the blood of humanity. Permission to shed the blood based on religious difference must be prevented. Every country should form the policy that human life and blood has sanctity. Through mutual collaboration and cooperation, this evil can be prevented. This paper presents detailed arguments and evidences to control and prevent terrorism.

Keywords: Terrorism, Extremism, incident of 9/11, victimized, blood of humanity, human life, prevent terrorism.

عصر حاضر میں عالم انسانیت کا سب سے بڑا مسئلہ دہشت گردی اور انتہا پسندی ہے، اس دہشت گردی کے فتنے اور جنگ نے انسانی جان اور خون کے تقدس کو بُری طرح مجروح کردیا ہے، آج دہشت گردی کے نام پر انسانوں کا خون پانی کی طرح بہایا جارہا ہے۔ کبھی انسانوں کا خون خودکش حملوں کی صورت میں کیا جاتا ہے اور کبھی ان کا خون مذہب کی بنیاد پر بہایا جاتا ہے، اور کبھی ان کا خون دُنیوی اغراض کے لیے کیا جاتا ہے، کبھی اس خون کے پیچھے عالمی اور سامراجی مفادات ہوتے ہیں، کبھی اس خون کی تحقیر کی وجہ قوت و غلبہ کا استحکام ہوتا ہے اور کبھی اس خون کی ہولی کی وجہ چند ٹکوں کے مالی مفادات ہوتے ہیں۔ کبھی عالمی دہشت گرد تنظیمیں کسی قوت کی آلہ کار بن کر انسانی خون کی بے توقیری کا باعث بنتی ہیں اور کبھی انسانی خون کی سفاکی میں ملکی اور بین الاقوامی دہشت گردوں اور ایجنٹوں کے خفیہ مقاصد ہوتے ہیں۔

آج اس دہشت گردی کی وجہ سے تعلیمی ادارے تباہ ہو رہے ہیں، مساجد میں اللہ اللہ کرنے والوں کو شہید کیا جارہا ہے۔ بازاروں میں خودکش حملے کیے جا رہے ہیں، سرکاری عمارتوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے، دفاعی و تربیتی مراکز کو بموں سے اُڑایا جا رہا ہے، تجارتی مراکز کو ختم کیا جا رہا ہے، سفارتخانوں کا وجود مٹایا جا رہا ہے،

---

[i]-اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی لاہور

[ii]-اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سوشل سائنسز، ویٹرینری اینڈ اینیمل سائنسز، لاہور

مذہبی عبادت گاہوں کو سر عام ٹارگٹ کیا جا رہا ہے، حتیٰ کہ پبلک مقامات کو بمباری کا ہدف بنایا جا رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ سارا کچھ کیوں ہو رہا ہے اور کون کر رہا ہے اور دہشت گردی کی اس جنگ کو جاری رہنے سے عالم انسانیت کا کیا نقصان ہو رہا ہے اور اس کا خاتمہ و تدارک کیسے کیا جائے گا۔ اسی بنیادی تصور کو اس مقالے میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

جہاں تک سیرتِ رسول سے اس فتنے کی سرکوبی اور اس کے حل کا تعلق ہے تو اس حوالے سے ہمیں وہ ساری بنیادی تعلیمات سیرتِ رسول سے میسر آتی ہیں جن کو ماننے اور اختیار کرنے سے اس مسئلے کا دیرپا اور مستقل حل میسر آسکتا ہے۔

اسلام ساری دنیا کے لیے سلامتی کا دین

رسول اللہ ﷺ نے اپنی سیرت اقدس کے ذریعے قیامت تک عالم انسانیت کو خیر و سلامتی اور امن و عافیت کی تعلیمات دی ہیں۔ آپ نے انسانوں کے سامنے جو دین پیش کیا ہے اس دین کا نام ہی اسلام ہے اور اس کا ماننے والا مسلم ہے، اس لیے باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: اِ"نَّ الدِّیْنَ عِندَ اللہ الإِسْلاَمُ"(۱) ''بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔''

اس دین کو باری تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے سارے انسانوں کے لیے پسند فرمایا ہے۔ اگر اس دین میں انسان دُشمنی ہوتی، اور یہ دین انسانوں کی باہمی بقاء کی بجائے فنا کا نام ہوتا، تو دین اسلام کیسے اور کیونکر انسانوں کے لیے ایک کارآمد اور ایک قابلِ عمل اور ایک پسندیدہ دین ہوتا، اور کیسے اور کس طرح اس دین کو اللہ کی بارگاہ میں بھی پسندیدگی کا مقام ملتا، باری تعالیٰ اس دین کے دین مرضیہ ہونے کا اعلان خود قرآن میں کر رہا ہے۔ ارشاد فرمایا:" وَرَضِیْتُ لَکُمُ الإِسْلاَمَ دِیْناً"(۲) ''اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کرلیا ہے۔''

اگر معاذ اللہ اسلام میں دہشت گردی کی تعلیم ہوتی تو دین کیسے قیامت تک کے انسانوں کی فلاح کے لیے کارآمد ہوسکتا۔ اور کیسے اور کس طرح اس کے ماننے والوں کو بھی امن پسند اور سلامتی والا کہا جاسکتا اور اس سے وابستہ افراد کو کیسے فرمانبردار و اطاعت گزار قرار دیا جاسکتا۔ اگر مسلمان دہشت گرد ہوتا تو کبھی بھی اس کا نام مسلم نہ رکھا جاتا۔ باری تعالیٰ نے ایک مسلمان کا نام قرآن میں مسلم رکھ کر اسلام کی تعلیمات کی حقیقت آشکار کردی ہے کہ اسلام سراسر سلامتی کا دین ہے اور ایک مسلمان بھی ہر اعتبار سے امن خواہ ہے۔ اس لیے ارشاد فرمایا: ھوسَمَّاکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِن قَبْلُ وَفی ھذا (۳)

''اس اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اس سے پہلے کی کتابوں میں بھی اور اس قرآن میں بھی ہے۔'' مسلمان وہ شخص ہرگز نہیں جو اپنی نفس کی خواہشات پر جھُک جائے، اور رب کی رضا و منشا کو بھول جائے۔ اس لیے ایک مسلمان اپنی ہوائے نفس کا پجاری نہیں ہوتا بلکہ اپنے خدا کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔ جب اس کا قول بھی سلامتی والا ہے اور کا فعل بھی امن والا ہے تو وہ کیسے اور کس طرح دہشت گرد

ہوسکتا ہے۔ اس لیے فرمایا: "وَمَنْ أَحْسَنُ دِيْناً مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجهه لله وَهو مُحْسِنٌ"(۴) ''اور دین اختیار کرنے کے اعتبار سے اُس شخص سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس نے اپنا روئے نیاز اللہ کے لیے جھکا دیا ہے اور وہ صاحبِ احسان بھی ہوا۔''

اسلام اور امن لازم و ملزوم

مسلمان تو وہ ہوتا ہے جو خود کو اللہ کے حکم کے سامنے جھکا لے، جو حکم خُدا کے علاوہ کچھ نہ کرے، جس کا عمل تعلیم قرآن کے مطابق ہو، جس کے کردار میں تعلیمات اسلام کی روشنی نظر آئے۔ اس مسلمان کی عملی شناخت اور پہچان بھی رسول اللہ ﷺ نے کرائی ہے کہ مسلمان وہ ہے جو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے کسی کے خلاف دہشت گردی نہیں کرتا۔ اپنی زبان اور اپنے ہاتھ کو انتہا پسندی کے لیے استعمال نہیں کرتا، اس کے قول میں بھی سلامتی ہے اور اس کے فعل میں بھی امن ہے، وہ اپنی زبان اور اپنے ہاتھ کے استعمال کو اپنی خواہشاتِ نفس کے مطابق استعمال نہیں کرتا بلکہ استعمال لسان اور ید کو اللہ کے حکم کی مطابقت و موافقت میں لاتا ہے۔ جب اس کے ان اعضاء و جوارح میں یہ مطابقت شرع پیدا ہوتی ہے تو اس سے جو کردار جنم لیتا ہے اُس کو کردار مسلم کہتے ہیں۔ اس لیے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:" المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده" (۵) ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں۔''

مسلمان ہونا درو ازہ خیر کا افتتاح کرنا ہے اور باب شر کا انسداد کرنا ہے اور سب سے بڑی برائی، اور انسانی ہاتھ اور زبان کا سب سے بڑا غلط استعمال ہی انتہا پسندی اور دہشت گردی ہے اس لیے دہشت گردی، فساد انگیزی، اور انسانی قتل و غارت گری اور پُرامن انسانی آبادیوں کو تباہی کا کوئی تعلق ہرگز ہرگز اسلام سے نہیں، نہ قرآن کی تعلیمات سے اس عمل کو نسبت ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ یہ سارا کچھ ھوائے نفس کی تاویلاتی باتیں ہیں جس کو زبردستی عنوانِ اسلام سے ملبوس کیا جا رہا ہے۔

اسلام کا لفظی تعلق تو اللہ رب العزت کے اسماء حسنیٰ میں سے ''سلام'' کے ساتھ بھی ہے اور اسی طرح سلام کا ایک معنی ایسا درخت بھی ہے جو سدا بہار شجر سایہ دار ہے۔ "الاسلام هو شجرٌ عظيم هو ابداً أخضر"(۶) ''اسلام ایسا شجر عظیم ہے جو ہمیشہ سرسبز و شاداب رہتا ہے۔''

اسلام اور مسلمان کو اسی لفظ اسلام کی بناء پر وہ نسبت حاصل ہے کہ اسلام اس دُنیا کا قیامت تک ہمیشہ سرسبز وشاداب رہنے والے درخت کی مانند ہے اور جو ہر دور کا قابل عمل دین ہے۔ اور اس کی تعلیمات کی قبولیت میں انسانوں کی نجات ہے، جس طرح شجر سایہ دار مسافروں کو دھوپ سے بچاتا ہے۔ اسی طرح اسلام راہ حیات کے مسافروں کو گمراہی کے راستوں سے نجات دیتا ہے اور حقیقی کامیابی کی طرف گامزن کرتا ہے۔ ایک مسلمان جب سلامتی اور امن کے کردار کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرتا ہے تو باری تعالیٰ ایسے مسلمان کو اسلام کی تعلیمات پر کاملاً عمل پیرا ہونے کی

وجہ سے دارالسلام کی حقیقی منزل کی طرف بُلاتا ہے۔ "وَاللہ یَدْعُو إِلَی دَارِ السَّلاَمِ"(۷) ''اللہ سلامتی کے گھر جنت کی طرف بُلاتا ہے۔''

دہشت گردی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں

اسلام کے سارے معانی و مفاہیم میں ہم دہشت گردی اور انتہا پسندی کے تصورات کو ڈھونڈنے سے بھی نہیں پاسکتے، اس لیے انسان کے اس دہشت گردانہ، انتہا پسندانہ، اور تفرقہ وارانہ اور انتشارانہ عمل کا کوئی تعلق اسلام سے قطعاً نہیں ہے۔

دہشت گردی کا عمل ان صریحی احادیث اور رسول اللہ ﷺ کی واضح تعلیمات کے خلاف ہے۔ آپ صحابہ کرام سے سوال کرتے ہیں: ''ای الاسلام افضل''(۸)اور کونسا اسلام افضل ہے، کونسا سب سے بہترین مسلمان ہے اور ''ای الاسلام خیرٌ''(۹) کس کا اسلام بہتر ہے۔ کون بہترین اسلام کی تعلیمات کا حامل مسلم ہے۔

مسلمانوں میں سے کون بہترین مسلمان ہے اور اسی طرح "ایُّ اکمل المومنین"(۱۱) کون سب سے زیادہ کامل ایمان والا ہے۔ ان سارے سوالوں کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی یہی ہے۔ "من سلم الناس من لسانہ ویدہ"(۱۲) ''وہ مسلمان بہترین مسلمان ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان اور جُملہ انسان محفوظ رہیں۔''

اسی مسلمان کو جب ہم کسی دوسرے لفظ کے ساتھ یاد کرتے ہیں یا اس کو پکارتے ہیں، تو ہم اس کو مومن کہتے ہیں۔ مومن عربی لغت میں اُسے کہتے ہیں جو خود بھی امن پانے والا ہو اوار دوسروں کو بھی امن دینے والا ہو. اَمِنَ یَاْمَن اَمْناً (۱۳)کا معنی امن دینا اور امن پانا ہے۔ ایمان اور امن کا آپس میں گہرا معنوی ربط ہے۔ ایمان انسان کو یقین دے کر خوف سے امان و امن دیتا ہے۔

''بیت اللہ ''اور امن پسندی کی تعلیم

ایک مومن کعبہ اور قبلہ پر ایمان رکھتا ہے کہ یہ اللہ کا گھر ہے اور اُس گھر کا بھی سب سے بڑا تعارف یہ ہے کہ وہ جائے امن ہے۔ وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابة لِّلنَّاسِ وَأَمْناً(۱۴) ''اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر (خانہ کعبہ) کو لوگوں کے لیے رجوع اور اجتماع کا مرکز اور جائے امان بنا دیا۔ أو َ لَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَماً آمِناً(العنکبوت ۶۷:۲۹) ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم (کعبہ) کو جائے امان بنا دیا ہے۔

اللہ کا گھر جس کو ایک مومن پانچ وقت فرض نماز کی حد تک لازمی یاد کرتا ہے۔ اُس کو اپنی روحانی توجہ اور اپنی اعتقادی سوچوں کا مرکز بناتا ہے۔ وہ بیت اللہ بذات خود اَمنًا اور اَمِنًا کی صفات رکھتا ہے اور وہ شہر جس میں یہ بیت اللہ موجود ہے اس کو ''وھذَا الْبَلَدِ الْأَمِيْنِ''(۱۶) اور اس امن والے شہر مکہ کی قسم کھا کر یاد کیا ہے اور

خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات اقدس اور اپنے اصحاب کو اَمَنَۃً کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ جس کا معنی امان دینے والے ہیں۔ ارشاد فرمایا: "أنا أمنة لا صحابی فاذا ذھبت أتی أصحابی مایوعدون" (١٧) ”میں اپنے اصحاب کے لیے امان ہوں جب میں ظاہراً دُنیا سے رخصت ہوجاؤں گا تو ان پر فتنے ٹوٹ پڑیں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے“ اور اسی طرح فرمایا :" أصحابی أمنة لامتی، فاذا ذھت أصحابی أتی أُمتی مایوعد"(١٨)” میرے صحابی میری اُمت کے لیے امان ہیں جب ان کا زمانہ گذر جائے گا تو وہ فتنے سر اُٹھائیں گے جن کا وعدہ کیا گیا ہے۔ “

مومن کی امن پسندی

ایک مومن کا تعارف قیامت تک کے لیے رسول اللہ ﷺ نے کیا کرایا ہے۔ اور انسانی معاشرے میں اس کا کردار کس عمل سے عبارت ہے، اس کا تعین آپ نے یوں فرمایا ہے: "المومن من أمِنه الناس علی دمائهم وِ اموالهم" (١٩) مومن وہ ہے کہ جس کے پاس لوگ اپنے خون (یعنی جان) اور مال کو محفوظ سمجھیں۔

عصر حاضر کی دہشت گردی اور انتہا پسندی، لوگوں کی جان اور مال پر ہی مسلط ہے۔ انسان کے ہاتھوں انسانوں کی ہی قتل و غارت گری کی جارہی ہے، اُن کے مال و املاک کو تباہ کیا جارہا ہے، یہ حدیث مبارکہ واضح کر رہی ہے۔ یہ عمل ایک مومن کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

دوسری حدیث مبارکہ میں دمائِھم کی جگہ انفسھم کے الفاظ آئے ہیں۔ اور ارشاد فرمایا: المومن من اَمنه الناس علی أنفسھم و اموالھم (٢٠) مومن وہ ہے جس کے پاس لوگ اپنی جان و مال کو محفو ظ و مامون سمجھیں۔

ایک مومن کا کمال ایمان یہ ہے کہ اُس کی زبان سے قول نافع نکلے اور اُس کے ہاتھ سے عمل صالح کا ظہور ہو، انسانی کردار کا یہ انداز اُس کو اکمل المومنین کے درجے پر فائز کرتا ہے۔ اس لیے فرمایا :"اکمل المومنین من سلم المسلمون من لسانه ویده"(٢١)” سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔“

اسلام میں ہمسائیگی امن پسندی کا نام

جب ایک مومن اپنے کمال ایمان کی طرف بڑھتا ہے، تو وہ معاشرے کے سب افراد کے لیے بالعموم اور اپنے قریب بسنے والوں اور روزمرہ کے رابطے اور تعلق والوں کے لیے بطور خاص ایک امن پسند وجود بن جاتا ہے۔ اگر اُس کا یہ کردار امن پسندی اپنے قریب اور دور والوں کے لیے نہیں ہے تو وہ سب کچھ ہوسکتا ہے مگر رسول اللہ ﷺ کی نگاہ میں مومن ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ارشاد فرمایا: "واللہ لا یؤمن، واللہ لا یؤمن، واللہ لا یؤمن، قیل من یارسول اللہ قال الذی لایَا مَن جاره بوائقه" (٢٢) ”خُدا کی قسم وہ ایمان والا نہیں، خُدا کی قسم وہ ایمان والا نہیں، خُدا کی قسم وہ ایمان والا نہیں۔ عرض

کیا گیا یارسول اللہ کون؟ مومن نہیں آپﷺ نے فرمایا جس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہیں۔“

اس حدیث مبارکہ میں واللہ لا یؤمن کے کلمات کو تین بار تکرار کے ساتھ لایا گیا ہے۔ حالانکہ ان کلمات میں قسم اور تاکید کا تصور اس قدر زیادہ پایا جاتا ہے کہ اس کلمے کا ایک بار آنا بھی کافی تھا، اور معنی کی شدت اور اہمیت اچھی طرح واضح ہو رہی تھی، مگر تکرار ثلاثہ نے اس کردار کی استقامت کی طرف جہاں اشارہ کیا ہے وہاں اس طرف بھی متوجہ کیا ہے کہ شاید اُمت سے اس کردار پر ثابت قدمی میں کوئی تساھل نہ ہوجائے، ممکن ہے اس کردار کی حفاظت کی کاوش کہیں سُستی کا شکار نہ ہوجائے۔ اس لیے کلمات کو مکرر لاکر اس ممکنہ کمی اور خدشے کی طرف متوجہ کردیا ہے۔ اور دوسرے مقام پر اسی حوالے سے ارشاد فرمایا: ”فلا يُؤذِ جاره" (۲۳) ”اپنے ہمسائے کو مت ستاؤ۔“

اسلام ایک سچا مومن ہونے کے لیے ہمسائے کے ساتھ معمولی سی اذیت و تکلیف کی بھی اجازت نہیں دیتا، اور اس عمل کو بھی ایمان کے منافی سمجھتا ہے چہ جائیکہ کوئی شخص ہمسائے کی جان و مال کے ساتھ کھیل جائے۔ اور اس کی جان کا خون کردے اور اُس کے مال و املاک کو تباہ و برباد کردے۔ یہ فعل اور کردار ایک مومن کا نہیں، اور یہ عمل ہرگز تعلیم اسلام نہیں۔

اسلام اور جان و مال کی محافظت

اسلام نے مومن اور ایمان کا تصور ہی لوگوں کو یہ دیا ہے۔ فرمایا :"مَنِ ائتمنه الناس على اموالهم و أنفسهم" (۲۴)” مومن وہ ہے جس کو لوگ اپنے اموال اور جانوں کا محافظ سمجھیں۔“

ایک مسلمان کے ایمان کی خارجی شہادت کا ہونا بھی ضروری ہے اور وہ خارجی شہادت اُس کے عملِ اسلام سے ظاہر ہوتی ہے۔ معاشرے کے تمام لوگوں کے ساتھ اُس کے عمل اسلام کی سب سے بڑی گواہی و شہادت یہ ہے کہ لوگ اُس کو اپنی جان، اور اپنے مال کا محافظ سمجھتے ہیں اور اسی کردار کے عملی ظہور کو مومن کہتے ہیں۔ اور اس کے عدم ظہور کو فتنہ پرور، فسادی، دہشت گرد اور سفاک اور قاتل کہتے ہیں۔

ایک مومن کی جان و مال کی حرمت کس قدر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات مبارکہ میں ایک مومن کی جان و مال کی حرمت و تقدس کو بیت اللہ کی حرمت سے بھی زیادہ قرار دیا ہے۔ جب کوئی مومن کسی دوسرے مومن کا ناحق خون بہاتا ہے اور یا اُس کے مال کو برباد کرتا ہے تو وہ اس بے حرمتی کے عمل کے ذریعے اپنے ایمان کو غارت کرتا ہے، وہ کسی جان پر خودکش حملہ نہیں کرتا بلکہ اپنے ایمان پر خودکش حملہ کرتا ہے۔ ایک مومن کے خون کا احترام کرنا گویا کعبہ کا احترام بجا لانا ہے اور ایک مومن کے مال کی حفاظت کرنا گویا خود کو کعبہ کا محافظ بنانا ہے۔ اس لیے فرمایا: "والذی نفس محمد بیده لحرمة المومن اعظم عندالله حرمة منک ماله و دمه"

(۲۵) ”اے کعبہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے مومن کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے۔“

ایک سچے مومن کا کردار یہ ہے وہ کسی بھی حالت میں اللہ اور اس کی رسول کی اطاعت سے نہیں نکلتا اور احکام اسلام کی خلاف ورزی نہیں کرتا، اور کسی قسم کے نامساعد حالات میں بھی خلاف اسلام عمل اختیار نہیں کرتا۔ مومن کے اخلاق و کردار میں یہ کردار بھی نمایاں ۔"اذا غضب لم یدخلہ غضبہ فی باطل "(۲۶) ”جب اسے کسی چیز پر غصہ آئے تو وہ غصہ اسے کسی باطل عمل میں نہ ڈال دے۔“

ایک مومن نہ کسی انتقام و بدلے میں کسی کا ناحق خون بہاتا ہے اور نہ کسی کا مال لوٹتا ہے اور نہ کسی کی عزت پامال کرتا ہے۔ حتٰی کہ ہر حال میں خود کو حکم الٰہی اور سیرتِ رسول کے تابع رکھتا ہے۔ اور اس کا کردار مومنانہ حدیث مبارکہ کے ان کلمات کا مصداق ہوتا ہے۔ لم یخرجہ رضاہ من حق (۲۷)

اُس کی خوشی اُس کو حق سے صرف نظر نہ کرنے دے حق ایک آئینہ اور ایک کردار بن کر اُس مومن کی راہنمائی کرتا ہے۔ اس بناء پر وہ انسانی معاشرے کے لیے ایک خیرخواہ، ایک محسن اور ایک انسان پرور کردار کا حامل ٹھہرتا ہے۔

حسن سلوک، اسلام کا منفرد خاصہ

اسلام تو نام ہی انسانوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا ہے۔ اہل ایمان کو یہ حکم ہے :"وَقُولُواْ لِلنَّاسِ حُسْناً"(۲۸) ”عام لوگوں سے بھی نرمی اور خوشی خلقی کے ساتھ نیکی کی بات کہنا“، حُسناً اور حَسَناً سے ہر کام میں خوبصورتی کی طرف اشارہ ہے۔ خواہ وہ خوبصورتی قول میں ہو یا فعل میں یا اخلاق و برتاؤ میں ہو۔ گویا لوگوں کے ساتھ تمہارا سارا عمل و کردار بھلائی، خیرخواہی، اچھائی اور سراسر نیکی کا مظہر ہونا چاہیے۔(۲۹)

ایک مسلمان کو تو یہ حکم دیا گیا اگر تمہارے ساتھ کوئی برائی کرے تو تم ممکن حد تک اس برائی کو نیکی کے ساتھ ٹال دو۔ اور کسی کی برائی کے بدلے میں تم برائی نہ کرو بلکہ اُس برائی کا دفاع اپنی نیکی سے کرو۔ اس لیے ارشاد فرمایا: وَيَدْرَؤُونَ بِالْحَسَنہ السَّيِّئة(۳۰) اور نیکی کے ذریعہ برائی کو دور کرتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ایک مسلمان کی سب سے بڑی دُعا اس دُنیوی اور اُخروی زندگی میں ”حسنہ“ ہے۔ حسنہ کی طلب جب دنیوی زندگی کے اعتبار سے ہوتو اس سے مراد اعمال صالحہ ہیں اور عبادات میں دنیا کی ہر اچھائی اور بھلائی ہے اور ہر خیر ہے اور فتنہ و شر سے بچنا ہے، ظلم عدوان سے اعراض ہے، حفاظت و امن اور سلامتی ہے اور اسی حسنہ کی طلب جب آخرت کے حوالے سے ہو تو اس سے مراد عذاب آخرت سے پناہ ہے، روز محشر کی مشکلات سے آسانی ہے حساب و کتاب میں سہولت ہے اور جہنم سے نجات ہے۔

امام سفیان ثوری اور ابن قتیبہ نے بھی حسنۃ فی الدنیا کی وضاحت کی ہے کہ اس سے مراد علم، کی طلب ہے، نعمت کا مانگنا ہے، عبادت پر استقامت ہے، رزق میں وسعت ہے اور ہر فتنہ و شر سے امن و عافیت ہے۔ اور حسنۃ فی الآخرہ سے مراد جنت کے حصول کی دُعا ہے۔ عفو و تجسس کی التجا ہے، عذاب سے نجات ہے، مشکلات آخرت سے چھٹکارا ہے۔(۳۱)

سچا مسلمان دہشت گرد نہیں ہوسکتا

لفظ حسنہ سے دونوں جگہ جو طلب اور دُعا مانگی گئی ہے۔ اس میں ایک مسلمان ہر لمحہ خیر کا طالب ہے، ہر لحظہ بھلائی کا ملتجی ہے، اور ہر پل وسعت و سہولت اور امن و عافیت کا حاجت مند دکھائی دیتا ہے۔ ''حسنۃ'' کے اس جامع تصور نے بھی واضح کردیا ہے کہ مسلمان کسی بھی حالت میں دنیا کے انسانوں کے لیے دہشت گرد، فتنہ پرور، فسادی اور انتشار پرور اور اختراق پسند اور انتہا پسند ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔

ایک مسلمان کو رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے اپنی سیرت و اسوہ کے ذریعے یہ کردار دیا ہے کہ وہ انسان کی برائیوں کا بدلہ اپنی نیکیوں کے ساتھ دے۔ لوگوں کی بدخلقیوں کا جواب اپنے خوش خلقیوں کے ذریعے دے اور اگر لوگ اُس کے ساتھ بدسلوکی کریں تو یہ مسلمان اُن کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

اس لیے اُمت کو قیامت تک اس کردار کو اختیار کرنے اور اس کے ساتھ جڑے رہنے کا درس حیات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اتق اللہ حیثما کنت، واتبع السّیئۃ الحسنۃ تمحھا و خالق الناس بخلقٍ حَسَنٍ (۳۲) تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور برائی کا بدلہ نیکی سے دیا کرو اور تمہاری یہ نیکی برائی کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اخلاق حسنہ کے ساتھ پیش آیا کرو۔

اس کردار کا حامل مسلمان اپنے معاشرے کے لیے اور ساری دنیا کے لیے کیسے دہشت گرد ہوسکتا ہے۔ اُسے تو دوسروں کی برائی کا بدلہ بھی نیکی و اچھائی سے دینے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

عالمی دہشت گردی کا منظر

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ دُنیا بھی میں دہشت گردی کیسے اور کس طرح اور کیوں کی جار رہی ہے۔ انسانوں کو بم دھماکوں کے ذریعے کیوں قتل کیا جارہا ہے۔ عوامی مقامات پر حملے جارہے ہیں تعلیمی اداروں کو نشانہ بنایا جارہا ہے، سرکاری عمارتوں کو اپنا ہدف بنایا جارہا ہے۔ ٹریڈ سنٹروں کو اُڑایا جارہا ہے، دفاعی مراکز، سفارت خانوں، مذہبی عبادت گاہوں، بازاروں، روحانی درگاہوں اور ہسپتالوں کو خود کش بمباروں کے ذریعے بم دھماکوں سے نیست و نابود کیا جا رہا ہے۔

دہشت گردی کیا ہے؟ اور آج کا انسان، انسان کے خون کا پیاسہ کیوں ہوگیا ہے۔ آج کا مہذب انسان یوں لگتا ہے کہ پتھر کے زمانے کے انسان سے زیادہ جاہل اور خونریز اور سفاک ہوگیا ہے۔ انسانی جان کی اتنی زیادہ بے حرمتی کبھی حیوانی

مخلوقات نے بھی نہیں کی تھی جتنی خود انسان کے ذریعے ہو رہی ہے۔ کیا دُنیا بھر میں یہ دہشت گردی مذہب کی بنیاد پر ہورہی ہے یا دُنیوی مفادات کی بناء پر ہورہی ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی مذہب اور کوئی بھی بانی مذہب انسانوں کو دوسرے انسانوں کا خون ناحق کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ انسانیت اور انسان کو عالمی سطح پر ذلیل و رسوا کردینے والی یہ دہشت گردی علاقائی اور عالمی مفادات اور اُن کے بین الاقوامی سرپرستوں اور انسان دشمنوں کے ذریعے کی جارہی ہے۔ آج دنیا بھر میں دہشت گردی کو عالمی سازش کے تحت اسلام کے ساتھ نتھی کرنے میں بین الاقوامی میڈیا کا بڑا گھناؤنا کردار ہے اور اس کے لیے ایک منظم مہم چلائی جا رہی ہے۔ اسلام کے پُرامن چہرے کو دہشت گردی کے ساتھ داغدار کیا جارہا ہے۔

اسلام میں دہشت گردی حرام ہے

جب ہم اسلام کے ایک غیر جانبدار طالب علم ہوکر اس کے دامن میں اس دہشت گردی کی علمی اور فکری بنیادیں تلاش کرتے ہیں تو اسلام دُنیا بھر میں کی جانے والی اس دہشت گردی کی نہ صرف مذمت کرتا ہے بلکہ اس عمل کو انسانیت دشمنی سے تعبیر کرتا ہے اور اس عمل کو اپنے ماننے والوں کے لیے کلیتاً حرام ٹھہراتا ہے اور اس عمل کو کفر گردانتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی سیرت اقدس کے ذریعے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی طرف اسلحہ اُٹھانے اور اس سے ڈرانے سے بھی منع کیا ہے۔ فرمایا: "لا یشیر احدکم الی أخیه بالسلاح "(۳۳) ”تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ بھی نہ کرے۔“ کہاں کسی انسان کا خون بہانا اور کہاں صرف اس کا ارادہ کرنا اور اس کی طرف اسلحے کے ساتھ اشارہ کرنا، گویا اسلام تو اشارے کی حد تک بھی قتل و غارت گری اور دہشت گردی کو ناپسند کرتا ہے۔ اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے عمومی حالت میں اسلحے سے خود کو مسلح ہونے اور خود کو مسلح کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ اور ارشاد فرمایا: ”نهی رسول الله أن یتعاطی السیف مسلولاً “(۳۴) رسول اللہ ﷺ نے ننگی تلوار لینے اور دینے سے منع فرمایا ہے۔

ان اقدامات کو کرنے کا مقصد یہ ہے جہاں اسلامی معاشرے کو قتل و غارت گری سے پاک رکھا جائے۔ وہاں ایک مسلمان کو ہر انسان کے لیے محافظ بنایا جائے اور اس کو قتل و غارت گری اور دہشت گردی کے عمل سے بھی دور رکھا جائے۔ اس لیے باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دہشت گردی کے انسداد اور قلع قمع کے لیے اسلام کی واضح اور دو ٹوک تعلیمات کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِيْ الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً"(۳۵) ”جس نے کسی شخص کو قصاص کے یا زمین میں فساد پھیلانے کی سزا کے بغیر ناحق قتل کردیا تو گویا اس نے معاشرے کے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا۔“

اس آیت کریمہ میں انسانی جان کی حرمت کا ذکر کیا گیا ہے جس میں چھوٹے بڑے، بچے بوڑھے، مسلم و غیر مسلم، امیر فقیر سب آجاتے ہیں۔ ان میں کسی کا بھی

قتل ساری انسانیت کا قتل ہے۔ ان میں کسی کا بھی خون سارے انسانوں کے خون کرنے کے مترادف ہے۔ آج انسانوں کا خون بہانا ہی دہشت گردی ہے۔ اسلام اس دہشت گردی کو انسانیت دشمنی سے تعبیر کر رہا ہے۔ یہ دہشت گردی کا عمل سارے انسانوں کو تباہ و برباد کرنے سے عبارت ہے۔ آج ساری دنیا میں یہی ہو رہا ہے کہ کوئی خطہ اس دہشت گردی کی لعنت سے محفوظ نہیں ہے۔ اس دہشت گردی کی جنگ نے انسانی خون کو اس کائنات کی سب سے ارزاں چیز بنا دیا ہے۔

دہشت گردوں کی معاونت بھی حرام ہے

دہشت گردی کی یہ جنگ کسی کی سرپرستی اور مدد کے بغیر بپا نہیں ہے۔ وہ قوتیں جو دہشت گردی کو انسانی معاشروں میں فروغ دے رہی ہیں یہ اسلام کی نظر میں اللہ کے غیض و غضب کا شکار ہوں گی اور اس کی رحمت سے محروم ہوں گئیں۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من أعان علی قتل مومن بشطرٍ کلمة لقی الله مکتوب بین یمینیه أیسٌ من رحمة الله" (۳۶) ’’جس شخص نے چند کلمات کے ذریعے بھی کسی مومن کے قتل میں کسی کی مدد کی تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر لکھا ہوگا أئیس من رحمۃ اللہ (اللہ کی رحمت سے مایوس شخص ہے)۔‘‘

انسان کے خون کی حرمت، اور اس کا تقدس اور اس کا احترام و اکرام رسول اللہ ﷺ کی نظر میں کیا ہے۔ فرمایا کسی انسان کا خون کرنا ساری کائنات کی بربادی سے بھی بڑا اور بُرا عمل ہے۔ اس لیے فرمایا: "لزوال الدُنیا جمیعاً أهون عندالله من سفک الدم بغیر حق "(۳۷) ’’رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کے نزدیک ساری کائنات کا ختم ہوجانا بھی کسی شخص کے قتلِ ناحق سے ہلکا ہے‘‘۔ جو اشخاص عام لوگوں کو اذیت و تکلیف دیتے ہیں اُن کو رنج و دکھ پہنچاتے ہیں۔ اُن کی جان و مال پر حملہ کرتے ہیں۔ اُن کی جان کا خون کرتے ہیں اور اُن کے مال کو ہڑپ کرتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ان الله یعذب الذین یعذبون الناس فی الدنیا" (۳۸)’’ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو اذیت دیتے ہیں۔‘‘

خودکش بمباری اور خودکشی، حرام موت ہے

اسلام نے لوگوں کو راحت دینے کی تعلیم دی ہے نہ کہ اُن کو اذیت و تکلیف دی جائے۔ اسلام خودکش بمباروں کو متوجہ کرتا ہے۔ اور اُن کے فعل خودکش کو خودکشی کی حرام موت قرار دیتا ہے۔ اس لیے ارشاد فرمایا: ولا تقتلوا أنفسکم (۳۹) اپنی جانوں کو مت ہلاک کرو۔ امام ترمذی اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" یدل علی النهی عن قتل غیره و عن قتل نفسه بالباطل" (۴۰)’’ یہ آیت کریمہ کسی شخص کو ناحق قتل کرنے اور خودکشی کرنے کی ممانعت کا حکم شرعی دیتی ہے۔ ‘‘

خودکش بمبار بم دھماکوں کے ذریعے خود کو اُڑا کر دوسرے معصوموں کی جانوں کا خون کرنے والا اس عمل دہشت گردی اور قتل غارت گری سے اللہ کی بارگاہ سے کسی انعام کی نہیں بلکہ نار جہنم کی سزا کی توقع رکھے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" ومن قتل نفسه بشيء عذب به في نار جهنم" (۴۱) ”جس شخص نے کسی چیز کے ساتھ خودکشی کی تو وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جاتا رہے گا۔“

ایک مسلمان کی ساری زندگی کا حاصل اور اس کے اعمال صالحہ کا نتیجہ جنت کا حصول ہے۔ اس کے روزانہ کا عمل اس لیے ہے کہ اس کی آخرت سنور جائے۔ ایک مسلمان کسی بھی صورت میں پسند نہیں کرے گا کہ وہ جنت سے محروم ہو اور دوزخ کا ایندھن بنے، اس لیے خودکش حملوں کے ذریعے خودکشی کی موت انسان کو جنت سے محروم کردیتے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "كان فيمن كان قبلكم رجلٌ به جرح فجزع فاخذ سكينا فَحزَّبها يده مما رقأ الدم حتى مات قال الله تعالىٰ بادرني عبدي بنفسه حرمت عليه الجنة" (۴۲) ”تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی زخمی ہوگیا۔ اس نے بیقرار ہوکر چھری لی اور اپنا زخمی ہاتھ کاٹ ڈالا جس سے اس کا اتنا خون بہا کہ وہ مرگیا۔ باری تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے خود فیصلہ کرکے میرے حکم پر سبقت کی ہے۔ لہٰذا میں نے اس پر جنت حرام کردی ہے۔“

خودکشی کی موت خود کو مارنے سے یا خود کو اُڑانے سے ہوتی ہے۔ اس موت کی کوئی بھی صورت ہو اسلام نے اس موت کو کلیۃً حرام قرار دیا ہے۔ اس موت کو دوزخ کا سبب قرار دیا ہے اور جنت سے محرومی کی علت بنایا ہے۔

خودکش بمبار کی نماز جنازہ کی عدم ادائیگی

خودکشی کی موت سے مرنے والا اور خود کو مارنے والا اور اپنی جان کو خودکش حملے اور بم کے ذریعے اُڑانے والا مسلمانوں کی طرف سے دعائے مغفرت اور نمازِ جنازہ کا بھی مستحق نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں: أتى النبي برجل قتل نفسه بِمَشَا قِصَ فلم يُصَلِّ عليه (۴۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص لایا گیا جس نے اپنے آپ کو نیزے سے ہلاک کرلیا تھا۔ پس آپ نے اُس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ دوسری حدیث مبارکہ میں یہ الفاظ آئے ہیں:- فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اَمّا أنا فلا أصَلى عليه (۴۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔

دہشت گردی کی ہر صورت کی کلی حرمت اور ممانعت

اب وہ شخص جو مسلمان ہے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ کیسے گوارا کرسکتا ہے کہ وہ انسانوں پر خودکش حملہ کرے جس کی وجہ سے وہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا سے محروم ہوجائے۔ اور بخشش و مغفرت الہیہ کی بجائے خود کو عذاب الٰہی میں گرفتار کرے۔

دہشت گردی اور خودکش حملے مسلمانوں پر کیے جاتے ہیں یا عام انسانوں کو ان کا نشانا بنایا جاتا ہے۔ جہاں تک ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر خودکش حملہ کرنا ہے اور اس کی جان کو ختم کرنا اور قتل کرنا ہے اس حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کی صورت میں مسلمانوں کو قیامت تک منع فرمایا دیا ہے اور اس عمل قتل کو حرام ٹھہرایا ہے۔ ارشاد فرمایا: ان دماء کم و اموالکم و اعراضکم علیکم حرامٌ کحرمة یومکم هذا، فی شهرکم هذا، فی بلدکم هذا الی یوم تلقون ربکم (۴۵) بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہازی عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں مقرر کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملو گے۔

اب خطبہ حجۃ الوداع کے ذریعے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے لیے پُرامن، خیرخواہ اور ہمدرد ہونے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور اُسے دوسرے مسلمان کو قتل کرنے اور اُس کا خون بہانے اور اُس کے ساتھ دہشت گردی کرنے سے منع کردیا گیا ہے۔ حتی کہ اُس کی املاک کو برباد کرنے اور اُس کے مال کو لوٹنے، اُس کی جائیداد کو ہڑپ کرنے کو بھی حرام ٹھہرایا ہے، اور اسی طرح اس کی عزت و ناموس کو پامال کرنے اور اس کی عصمت دری کرنے اور اس کی عفت کو ناپاک کرنے کو کلیتاً حرام ٹھہرایا ہے۔

زندگی گزارنے اور بسر کرنے کے ان واضح خطوط اور نقوش کے ساتھ ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کے ان بنیادی حقوق کے پامال کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

غیر مسلم سے دہشت گردی اور جنت سے محرومی

اب رہا مسئلہ اسلامی معاشرے میں بسنے والے غیر مسلم، ان کے ساتھ ایک مسلمان کا طرز عمل کیا ہو۔ اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے واضح ہدایات اہل ایمان کو قیامت تک جاری کردی ہیں۔ ارشاد فرمایا: من قتل معاھداً فی غیر کنھیۃ حَرَم اللہ علیہ الجنۃ (۴۶) جو مسلمان کسی غیر مسلم شہری (معاہد) کو ناحق قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر جنت حرام کردے گا۔ دوسری حدیث مبارکہ میں یہ الفاظ آتے ہیں: لم یرح رائحة الجنة (۴۷) غیر مسلم کو قتل کرنے والا وہ مسلمان جنت کی خوشبو تک نہ سونگھ سکے گا۔

اسلام اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ اگر کسی ملک میں کسی غیر مسلم ممالک کا سفارت خانہ ہو، اور اُس کا عملہ وہاں پر رہتا ہو، تو اُن کی جان و مال کی حفاظت بھی اسلامی ملک اور اُس کے باشندوں پر لازم ہے اور اُن کو کسی معاملے میں اختلاف رائے کی بناء پر یا عداوت کی وجہ سے قتل نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلیمہ کذاب کی طرف آنے والے سفارت کاروں کو قتل نہیں کرایا۔

اُن سفارت کاروں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: لو کنت قاتلاً وافداً لَقَتَلْتُکُمَا (۴۸) اگر میں سفارت کاروں کو قتل کرنے والا ہوتا تو تم دونوں کو قتل کردیتا۔

غیر مسلم طبقات سے دہشت گردی کی مطلق حرمت

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں کی جان و مال کی حفاظت کے حوالے سے احکامات کاری کیے اور فرمایا ان کے بچوں اور ان کے مذہبی راہنماؤں کو ہرگز ہرگز قتل نہ کرو، ان کی عورتوں کو قتل نہ کرو، ان کے بوڑھے افراد کو قتل نہ کرو۔ حتی کی ان کے کاشت کاروں اور ان کے تاجروں کو بھی قتل نہ کرو۔ اور ان کی خدمت گزاروں اور ان کے غیر محارب لوگوں کو بھی کسی بھی صورت میں قتل نہ کرو۔ عام حالات میں بھی ان کے قتل کرنے کی ممانعت جاری کی۔ اور جنگ کی حالت میں بھی اس طبقے کو قتل کرنے سے منع فرما دیا۔

ان احکام کو صریحاً ان ارشادات میں واضح کیا: ولا تقتلوا الولدان ولا أصحاب القوامع (۴۹) غیر مسلموں کے بچوں اور ان کے پادریوں کو قتل نہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عین جنگ کی حالت میں بھی تم غیر مسلم عورتوں اور بچوں کو ہرگز قتل نہ کرو۔ فنھی رسول اللہ عن قتل النساء والصبیان (۵۰) آپ ﷺ نے سختی سے حالت جنگ میں بھی غیر مسلم عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں تو تاکید کے ساتھ بار بار فرمایا تم ان کے بچوں کو ہرگز قتل نہ کرنا۔ ألا! لا تقتلن ذرّیۃ ألا! لاتقتلن ذریۃً(۵۱) خبردار! ان کے بچوں کو ہرگز قتل نہ کرو۔ خبردار اُن کے بچوں کو ہرگز قتل نہ کرو۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں غیر مسلموں کے جن افراد کو قتل کرنے سے منع کیا ہے اُن کا جامع ذکر یوں کیا: لا تقتلوا شیخاً فانیا ولا طفلاً لا صغیرا ولا امرأۃً (۵۲) نہ کسی بوڑھے کو قتل کرو نہ شیرخوار بچے کو نہ نابالغ کو اور نہ عورت کو۔

غیر مسلموں کے قتل کی ممانعت کے یہ احکامات اور یہ تعلیمات ہمیں عہد خلفائے راشدین میں بھی نظر آتی ہیں۔ سیدنا صدیق اکبرؓ یہ احکامات جاری کرتے ہیں۔ ولا تھدموا بیعۃ... ولا تقتلوا شیخاً کبیرا ولا صبیاً ولا صغیرا ولا امرأۃً (۵۳) اور عیسائیوں کی عبادت گاہوں کو منھدم نہ کرنا، اور نہ بوڑھوں کو قتل کرنا، نہ بچوں کو نہ نابالغ، چھوٹوں کو اور نہ ہی عورتوں کو قتل کرنا حتی کہ فرمایا اگر کوئی راہب تم کو گرجا گھر میں ملے تو اس کو بھی چھوڑ دینا اور قتل نہ کرنا۔ ألا لایقتل الراھب فی الصومعۃ (۵۴) خبردار کسی گرجا گھر کے پادری کو بھی قتل نہ کیا جائے۔

عام حالات کے اندر اگر کسی مسلمان نے کسی غیر مسلم کو قتل کردیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے قصاص میں مسلمان کو قتل کرنے کا حکم جاری کیا ہے۔ اس لیے فرمایا: اذا قتل المسلم النصرانی قتل بہ (۵۵) اگر کسی مسلمان نے کسی عیسائی کو قتل کیا تو مسلمان اس بدلے میں قصاصاً قتل کیا جائے گا۔

اگر مقتول کے ورثا قصاص کی بجائے دیت پر راضی ہوجائیں تو ایسی صورت میں غیر مسلم کی دیت کو مسلم کے برابر قرار دیا ہے۔ اور ارشاد فرمایا: دیۃ الیھودی

والنصرانی و کل ذمی مثل دیة المسلم (۵۶) یہودی، عیسائی اور غیر مسلم شہری کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔

ان ساری نصوص شرعیہ سے اخذ و استنباط کرتے ہوئے ائمہ و فقہاء نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر غیر مسلم شہریوں میں اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے کوئی بیرونی قوت حملہ کردے اُن کو پکڑنے، مارنے اور اذیت دینے کی کوشش کرے تو ایسی صورت میں اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ وہ ان کا مکمل تحفظ کرے۔ امام قرافی المالکی اپنی کتاب الفروق میں امام ابن حزم کا یہ قول نقل کرتے ہیں: وجب علینا ان نخرج لقتالهم بالکراع والسلاح ونموت دون ذلک (۵۷) ہماری اسلامی ریاست پر لازم ہے کہ وہ اسلحہ اور لشکر کے ساتھ غیر مسلم شہریوں کی حفاظت کے لیے جنگ کرے خواہ حملہ آور کے ساتھ لڑتے لڑتے اس کے کئی سپاہی جان ہی کیوں نہ دے بیٹھیں۔

خلاصہ کلام

اسلام کی تعلیمات میں سے نصوص شرعیہ خواہ قرآنی ہوں یا نبوی، ہر دو میں اسلام کا یہ صریح موقف ہے۔ کسی مسلم اور غیر مسلم کا ناحق خون نہیں بہایا جاسکتا۔ کسی کو بھی جینے کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ کسی کی زندگی میں مداخلت کرکے اُس کی زندگی اُس سے چھینی نہیں جاسکتی۔ اور نہ ہی اُس کے مال کو لوٹا جاسکتا ہے اور نہ ہی اُس کی املاک کو تباہ کیا جاسکتا ہے اور حتی کہ کسی کی عزت و آبرو کو بھی پامال نہیں کیا جاسکتا۔ آج دُنیا بھر میں جاری دہشت گردی ان ہی عوامل کے حوالے سے رونما ہو رہی ہے۔ اسلام کی واضح تعلیمات بڑی قطعیت کے ساتھ دہشت گردی اور قتل و غارت گری کو فاسقانہ اور کافرانہ اور انسان دشمنی کا عمل قرار دیتی ہیں۔ اور اس عمل کو سراسر اسلام کی تعلیمات کے منافی اور گمراہی پر مبنی تصور کرتی ہیں۔ دہشت گردی کی یہ کارروائیاں نہ صرف انسانی حقوق کی پامالی کا سبب بن رہی ہیں۔ بلکہ یہ اقوام عالم کے مابین اور مذاہبِ عالم کے درمیان دوری اور باہمی بیزاری اور باہمی تصادم کا باعث بن رہی ہیں۔ دہشت گردی کی یہ جنگ اقوام عالم کے امن و سلامتی کے تصورات کو پاش پاش کرنے کا واضح سبب بن رہی ہے۔ اس جنگ کے عوامل اور محرکات پر اہل دانش کی مختلف آراء ہوسکتی ہیں۔ مگر ابھی تک دُنیا کو اس جنگ سے نکلنے کا کوئی واضح ہدف UNO کی سطح پر اور عالمی دُنیا کے منظر پر دکھائی نہیں دیتا۔ اس جنگ کے محرکات اور عوامل ظاہر بھی ہیں اور پوشیدہ بھی ہیں۔ مگر شاید یہ احتساب اور محاسبے سے ماوراء ہیں۔ ان پر لب کشائی ہوتی نہیں اگر ہوتی ہے تو اس کو دبایا جاتا ہے۔ بہرحال ایک بات اس ساری دہشت گردی کی جنگ میں مضمر ہے کہ یہ جنگ کسی بھی غالب اور کسی بھی مغلوب طبقے کے لیے قطعاً فائدہ مند نہیں ہے۔ اس میں کسی کا نقصان زیادہ اور کسی کا کم تو ہوسکتا ہے۔ مگر سرے سے کوئی نقصان سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ تاوقتیکہ عالمی سطح پر اس کے انسداد کے لیے موثر ترین اقدامات اُٹھائے جائیں۔ اور ان ہی اقدامات کے ذریعے عالم انسانیت کو پھر باہمی سکون و اطمینان اور عافیت و سلامتی انسانی

خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبات اور احساسات سے ہمکنار کیا جاسکتا ہے اور بلاشبہ ایک مسلمان کی شمشیر، ہتھیار اور اسلحہ ہر دور میں یہی رہا ہے جس کی طرف علامہ اقبالؒ نے یوں اشارہ کیا ہے:

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

حوالاجات

۱. آل عمران ۱۹:۳
۲. المائدہ ۳:۵
۳. الحج ۷۸:۲۲
۴. النساء ۱۲۵:۴
۵. بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، ۱۳:۱، رقم ۱۵ / مسلم الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام، ۱۔:۶۵، رقم ۴۱
۶. ابن منظور، لسان العرب، ۲۹۷:۱۲
۷. یونس ۲۵:۱۰
۸. مسلم الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام، ۶۶:۱، رقم ۴۲
۹. بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام، ۱۳:۱، رقم ۱۲ اور ای المسلمین خیرٌ یارسول اللہ
۱۰. طبرانی المعجم الاوسط، ۲۸۷:۳، رقم ۳۱۷۰
۱۱. حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۵۴:۱، رقم ۲۳
۱۲. طبرانی، المعجم الاوسط، ۲۸۷:۳، رقم ۳۱۷۰
۱۳. ابن منظور، لسان العرب، ۲۱:۱۳
۱۴. البقرہ ۱۲۵:۲
۱۵. العنکبوت ۶۷:۲۹
۱۶. التین ۳:۹۵
۱۷. احمد بن حنبل، المسند، ۳۹۸:۴، رقم ۱۹۵۸۴
۱۸. احمد بن حنبل، المسند، ۳۹۸:۴، رقم ۱۹۵۸۴
۱۹. نسائی، السنن، کتاب الایمان و شرائعہ باب صفۃ المومن، ۱۰۴:۸، رقم ۴۹۹۵
۲۰. ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب حرمۃ دم المومن ومالہ، ۱۲۹۸:۲، رقم ۳۹۳۴ / احمد بن حنبل، المسند، ۲۱:۶، رقم ۲۴۰۰۴
۲۱. حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۵۴:۱، رقم ۲۳
۲۲. ابو داؤد، السنن، کتاب الادب، باب فی حق الجوار، ۳۳۹:۴، رقم ۵۱۵۴
۲۳. بخاری، الصحیح، کتاب الادب، باب من کان یومن باللہ، ۲۲۴۰:۵، رقم ۵۶۷۲
۲۴. ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب حرمۃ دم المومن و مالہ، ۱۲۹۸:۲، رقم ۳۹۳۴
۲۵. ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن باب حرمۃ، دم المومن و مالہ، ۱۲۹۷:۲، رقم۳۹۳۲
۲۶. طبرانی، المعجم الصغیر، ۱۱۴:۱، رقم۱۶۴
۲۷. دیلمی، مسند الفردوس، ۷:۲، رقم۲۴۶۶ / ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵۹:۱
۲۸. البقرہ ۸۳:۲
۲۹. طاہر القادری، ڈاکٹر، دہشت گردی اور فتنہ خوارج، منہاج القرآن پبلی کیشنز، ص۷۳
۳۰. الرعد ۲۲:۱۳
۳۱. طاہر القادری، ڈاکٹر، دہشت گردی اور فتنہ خوارج، منہاج القرآن پبلی کیشنز، ص۷۴
۳۲. ترمذی، السنن، کتاب البر و الصلۃ، باب ما جاء فی معاشرۃ الناس، ۳۵۵:۴، رقم ۱۹۸۷
۳۳. مسلم، الصحیح، کتاب البر و الصلۃ، باب ما جاء فی الآدب، باب النہی عن اشارۃ بالسلاح، ۲۰۲۰:۴، رقم۲۶۱۷
۳۴. ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء فی النہی عن تعاطی السیف مسلولا، ۴۶۴:۴، رقم ۲۱۶۳

۳۵۔ المائدہ ۳۲:۵
۳۶۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلما، ۸۷۴:۲، رقم ۲۶۲۰
۳۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳۴۵:۴، رقم۵۳۴۴
۳۸۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر و الصلۃ، باب الوعید الشدید، ۲۰۱۸:۴، رقم ۲۶۱۳
۳۹۔ البقرہ ۲:
۴۰۔ رازی، التفسیر الکبیر، ۵۷:۱۰
۴۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الادب، باب من أکفرہ آخاہ، ۴-۲۲۶، رقم ۵۷۵۴
۴۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ۱۲۷۲:۳، رقم ۳۲۷۶
۴۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب ترک الصلاۃ علی القاتل نفسہ، ۶۷۲:۲، رقم ۹۷۸
۴۴۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الجنائز، باب الامام، لایصلی علی من قتل نفسہ، ۶۶:۴، رقم۹۷۸
۴۵۔ بخاری، الصحیح، کتاب القسامہ و المحاربین والقصاص والدیات، باب تغلیظ تحریم الدما والاعراض والاموال، ۱۳۰۵:۳، رقم ۱۶۷۹
۴۶۔ نسائی، السنن، کتاب القیامۃ، باب تعظیم قتل المعاھد، ۸، رقم ۴۷۴۷
۴۷۔ انور شاہ کشمیری، فیض الباری علی صحیح البخاری، ۲۸۸:۴
۴۸۔ داری، السنن، ۳۰۷:۲، رقم ۲۵۰۲
۴۹۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳۳۰:۱، رقم ۲۷۲۸
۵۰۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب قتل النساء فی الحرب، ۱۰۹۸:۳، رقم ۲۸۵۲
۵۱۔ نسائی، السنن الکبری، کتاب السیر، باب النهی عن قتل، ۱۸۴۰:۵، رقم ۸۶۱۶
۵۲۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الجهاد، باب دعاء المشرکین، ۳۷:۳، رقم ۲۶۱۴
۵۳۔ ھندی، کنز العمال، ۴۷۵:۴، رقم ۱۱۴۱۱
۵۴۔ ابن أبی شیبہ، المصنف، ۴۸۳:۶، رقم ۳۳۱۲۷
۵۵۔ شیبانی، الحجۃ، ۳۴۹:۴
۵۶۔ عبدالرزاق، المصنف، ۹۷:۱۰-۹۸
۵۷۔ قرافی، الفروق، ۱۴:۳-۱۵